

جانا چاہیے تھا اور نہ رکا۔ کام میں کوئی اٹکاؤ پیدا ہوا تھا تو اُسے دور ہو جانا چاہیے تھا، مگر نہ ہوا۔

شعر میں ایک پہلو یہ بھی ہے کہ بد نصیبی اور سیاہ بختی کسی قاعدے کی پابند نہیں کہ جو طریقہ اس نے لہو کے معاملے میں اختیار کیا، وہی کام کے معاملے میں بھی اختیار کرتی اس کا اصول یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس طریقے میں تکلیف و اذیت زیادہ ہو، وہی اختیار کر لے خون کے معاملے میں ایک اور کام کے معاملے میں بالکل دوسرا طریقہ اختیار کیا۔

۹۔ شرح :- یہ دل لینا ہے یا ڈاکہ مارتا۔ نہ ناز و انداز دکھائے، نہ عاشق کو دیدار سے جی بھر کر لطف اندوز ہونے کا موقع دیا۔ بس آئے، دل پر ہاتھ مارا اور پل دیے۔ دل لینے کا یہ طریقہ تو بالکل انوکھا ہے۔

۱۰۔ شرح :- اے غالب! کچھ تو پڑھیے، کیونکہ لوگ کہتے ہیں، آج غالب نے کوئی غزل نہ سنائی۔

اس غزل کے سلسلے میں ایک امنا نہ تیار کر لیا گیا ہے کہ قلعے میں کسی شہزادے کے مکان پر مشاعرہ ہوا تھا، مرزا نے طرح میں غزل نہیں کہی تھی، اصرار ہوا تو غیر طرحی غزل پڑھ دی۔ مقطع پہلے سے اس مضمون کا کہ لیا تھا، جیسا کہ خود واضح کر دیا۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ بدایتِ امنا نہ ہے۔ شاعر مقطع میں ردیف و قافیہ کی مناسبت سے عموماً ایسے مضمون باندھتے رہتے ہیں، جنہیں واقعات سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ یہ غزل بھی مع مقطع اسی قبیل سے ہے۔ مرزا نے اکتوبر ۱۸۵۸ء میں حاتم علی بیگ بہر کو ایک خط میں لکھا : کئی دن ہوئے کہ ایک فقیر کہ خوش آواز بھی ہے اور زمر زمر پر داز بھی، ایک غزل میری کہیں سے لکھوا لایا۔ اس نے جو وہ کاغذ مجھ کو دکھلایا، یقین سمجھنا کہ رونا آیا۔ غزل تم کو بھیجتا ہوں اور میلے میں خط کا جواب چاہتا ہوں۔“

غزل کے دس شعر ہیں، مرزا نے خط میں صرف آٹھ شعر کہے، باقی دو یا تین آئے یا بعد میں شامل کر لیے گئے۔